مختصر سوانح حیات

فاضل جلیل، ضیغم اسلام، پیر طریقت حضرت مولانا

سید فیض الحسن شاہ صاحب بخاری علیہ الرحمۃ

بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ

فیض العلوم

فقیر والی، ضلع بہاولنگر

"التنویر"

از قلم:- علامۃ العصر، شہباز خطابت فخر اہلسنت حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب مدظلہ العالی

مہتمم نور المدارس چشتیاں شریف

ابتدائیہ:- مجاہد ملت علامہ خلیل اشرف صاحب صدر "دی ورلڈ اسلامک مشن"

ضلع بہاولنگر

شائع کردہ

بزم فیض تنویر۔ فقیر والی

ابتدائیہ

از رشحاتِ قلم :- مجاہدِ ملت علامہ خلیل اشرف صاحب بانی مہتمم مدرسہ فیضِ رضا ڈونگر بونگہ و منیجنگ ٹرسٹی جامعہ رضائے مصطفیٰ و مرکزی ناظمِ اعلیٰ امتِ مسلمہ ضلع بہاولنگر

صَلوٰۃً وَسَلَامًا عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ۔

پارہائے صحف غنچہائے قدس ؛ اہل بیت نبوّت پہ لاکھوں سلام

آج جب "تنویر" کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ ہم تنویر سے محروم نظر آتے ہیں۔ دل درد مند ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

یہ بات ابتداء ہی طے ہو چکی تھی کہ حضرتِ علامہ پیر سید فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے چہلم کے موقعہ پر ایک مختصر تعارفی کتابچہ شائع کیا جائے۔ چنانچہ حضرت علامہ غلام مہر علی صاحب زید مجدہ العالی جو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے نہایت قریبی دوستوں میں سے تھے اُن کے سپرد یہ کام ہوا۔ اور بخوبی انجام پذیر ہوا۔

مگر جہاں تک میرا خیال ہے کہ حضرت علاّمہ اپنی بے پناہ مصروفیات اور مسلسل سفر اور بیماری کی وجہ سے بھرپور توجہ نہ فرما سکے۔ کیونکہ مسوّدہ کی تزئین و تدوین کے وقت مجھے جن مشکلات سے گذرنا پڑا وہ میں ہی جانتا ہوں۔ حضرتِ علاّمہ زید مجدہ العالی مرکزی صدر اُمت مسلمہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بہر صُورت قابلِ قدر ہے۔ اور ہم اس سے اور اُن کی بے پناہ کاوشوں سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے۔ اور اب تو ضلع کے موجودہ علماء میں انہیں کی ذاتِ گرامی ہے جو ہمارے لئے مینارۂ نوُر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت موصوف کو تا دیر زندہ و سلامت رکھے تاکہ طالبانِ حق ان کی کرنوں سے مستفید

ہوتے رہیں۔ (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضرت علامہ غلام مہر علی صاحب مدظلہ العالی کے بعد حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے پرانے واقف کاروں میں شاید اس خاکسار کا ہی نمبر آتا ہے۔ غالباً ۱۹۴۵ء میں پہلی بار مبارک پور اعظم گڑھ میں حضرت شیخ الحدیث پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں بریلی سے تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد فقیہ الملت والدین صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے آستانہ عالیہ کریم الدین پور میں حضرت محدث اعظم کے ساتھ تشریف لاتے رہے۔ اور ملاقات ہوتی رہی۔ اور تقسیم پاک و ہند کے بعد جب کہ میں فاضل عربی کی تیاری کر رہا تھا۔ جبکہ اس وقت استاذ العلماء حافظ السیدی شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب الازہری زید مجدہ العالی جامعہ محمدی ضلع جھنگ میں شیخ الحدیث تھے۔ لائلپور (اور اب فیصل آباد) کے سالانہ جلسہ میں ملاقات ہوئی اس وقت آپ ہارون آباد کی جامع مسجد میں خطیب تھے۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی بے پناہ شفقتوں سے شاید کوئی ایک فرد بھی انکار نہ کر سکے۔ قارئین کو حیرت ہوگی کہ اب بھی جبکہ میں ۵۹ - ۶۰ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں مجھے باقاعدہ عیدی ملا کرتی تھی۔ اور حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ بھی ہر ملاقات کے وقت ایک روپیہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ سب کچھ حضور صدر الشریعہ کی نسبت سے ہو رہا تھا ورنہ۔ ع۔ من آنم کہ من دانم

اگر میں یہاں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی بابت کچھ لکھنا شروع کر دوں تو شاید یہ ایک دوسری کتاب بن جائے۔ جو بہر صورت اس موقع پر مناسب نہیں۔ البتہ آپ کی شجاعت اور بے مثال جرأت کا ایک واقعہ ضرور درج کر دوں گا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۴۶ء میں حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ آپ مبارکپور تشریف لاتے تھے۔ واپسی پر اعظم گڑھ سے آگے شاہ گنج ہندوؤں کے میلے کی وجہ

سے سخت اژدہام تھا حتیٰ کہ ٹرینوں کی چھتوں پر بھی جگہ نہیں تھی ۔ عین اُس وقت شاہ جی علیہ الرحمہ نے ہندوؤں کے ایک چھوٹے سے ڈبہ پر یلغار کردی ۔ مُکّا مارکر نہ صرف یہ کہ بند دروازے کی کھڑکی توڑ ڈالی بلکہ ڈبہ میں چھت کی طرف ایک ہوائی فائر بھی کر دیا ۔ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ منع ہی کرتے رہے مگر یہ سب کچھ تو پل بھر میں ہوگیا تھا ہندوؤں نے بلا تاخیر ڈبہ خالی کردیا ۔ بلکہ بریلی تک کوئی ایک ہندو بھی اُس ڈبہ میں نہ جاسکا تھا ۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ اب تک جو شیشہ توڑنے میں آپ کے ہاتھوں پر زخم آگئے تھے اُن کے نشانات دکھایا کرتے تھے ۔ اور کافی محظوظ ہوا کرتے تھے ۔

اور اب آخر میں آپ کے جملہ اولاد احفاد متوسلین و متعلقین اور ارادت مندوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ حضرت علیہ الرحمہ کے دامن کو نہ چھوڑیں ۔ دینی و دنیاوی خیر و برکت سے سرفراز ہوں گے ۔ صبر و رضا کو شعار بنائیں ۔ اسی میں نجات ہے ۔

اگر دعوتم رد کنی ور قبول ؎ من و دست و دامانِ آلِ رسول

خلیل اشرف قادری رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانح حیات

از قلم :- علّامہ غلام مہر علی صاحب گولڑوی

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم ۔ ونورہ القدیم فی الحقائق والثبوت والبطون ۔ وانسان الانسانیۃ فی ظہور الصفات والشیون وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الذین ھم الانسان للعیون ۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ ٭ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

مسلک اہل سنت وجماعت کے جس عظیم مجاہد، عالم وفاضل اور علاقہ بھر کے رُوحانی پیشوا، ضیغم اسلام، غواص بحرِ عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، مولانا سید پیر فیض الحسن شاہ صاحب تنویر قدس سرہ العزیز کے متعلق یہ چند تعارفی الفاظ تحریر کئے جا رہے ہیں ۔ ان کی وہ خداداد عظمت جس کا انکار غضب الٰہی اور غیرت وحمیت نبوی کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے ۔ وہ آپ کی سیادۃ وشرافت نسبی ہے ۔ آپ نسباً نقوی حسینی سید اور بیعۃً بریلوی قادری تھے ۔ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے ۔

سید فیض الحسن شاہ بن سید عظیم شاہ بن سید ولایت شاہ بن سید مہتاب شاہ ابن سید اکبر شاہ بن سید مہدی شاہ بن سید نور شاہ بن سید چراغ شاہ بن سید شاہ فیض اللہ بن سید ابراہیم شاہ بن سید انور شاہ بن سید غلام شاہ بن سید نور جمال شاہ بن سید شاہ لطیف بن سید شاہ بدر الدین بن سید شاہ رکن الدین بن سید شاہ محمود بن سید شاہ محمد بن سید شاہ بایزید بن سید شاہ نصر اللہ بن سید میراں بن سید مرتضٰے بن مخدوم سلطان سید بدر شاہ بدرِ عالم بن سلطان صدر الدین خطیب صدرِ

عالم بن سلطان محمود مکی شیر سوار بن سلطان محمد شجاع شاہ خراسانؒ بن سلطان قاسم بن سلطان حمزہ بن سلطان سید ابراہیم بن سلطان زید بن الور عالم بن سلطان محمد ہارون الملک بن سلطان عقیل الدین بن سلطان عقیل الملک بن سلطان سید اسمٰعیل بن سلطان سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن حضرت امام علی نقی بن حضرت امام محمد تقی بن حضرت علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امام الاشجعین صاحب ذوالفقار حضرت امیرالمؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف

نسب نامہ مصدقہ سے ظاہر ہے کہ آپ جگر گوشہ بتول سیدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے تھے یہ شجرہ نسب بھاکھری سادات کا اَباً عَنْ جَدٍّ مجمع علیہ اور بلا نکیر مُسلّم ہے اور اس پر عینی شاہد حضرت شاہ جی کے وہ جرأت مندانہ اور خونِ علی کے جلوے اظہر من الشمس ہیں جو کہ مختلف معرکوں میں تمام ہم عصروں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جس کا مختصراً تذکرہ ابھی آ رہا ہے۔

فضیلت اہلِ بیت نبوہ

☆ حضرت لیلیٰ ابن مرہ روایتہً فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حُسَيْنٌ مِنِّي وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا۔ حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ (مشکوٰۃ) (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ حسین میری کثیر النسل اولاد سے ہے)

☆ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی ضرورت کے لئے ایک شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے اپنے ساتھ چادر میں کوئی چیز چھپا رکھی تھی۔ مجھے پتہ نہ چلا تو میں نے عرض کی حضور یہ کیا ہے

آپ نے چادر شریف ہٹائی تو حسن و حسین آپ کی رانوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اے اسامہ! یہ میری بیٹی کے بیٹے ہیں اور میرے بھی بیٹے ہیں۔ اے اللہ یہ دونوں میرے محبوب ہیں۔ تو بھی ان سے محبت کر اور انکے محبوں سے بھی محبت کر (مشکوٰۃ)

٭ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع خم میں (جسے غدیر بھی کہتے ہیں) جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے) میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور فرمایا۔

اُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي ، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي (دو دفعہ)

یعنی میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

اس کی تشریح میں ہے کہ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کی حفاظت اور ہر کام میں ان کی رعایت کرنا۔ اُن کا احترام و تعظیم و محبت یہ تم پر اللہ کا حق ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

اس قسم کی بے شمار احادیث شریفہ اور فرامین نبویہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ جن سے اہل بیت نبوت کا احترام اور ان کی تعظیم ہر مومن پر لازم ثابت ہوتی ہے۔

قادری نسبت

حضرت علامہ پیر سید فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ "تنویر قادری" کہلاتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ روحانی سلسلہ فیض و رشد میں بریلی شریف کے معروف عارف ربانی حضرت پیر سید بشیر الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ تنویر تو وہ تھے ہی۔ حضرت بشیر الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس تنویر (روشنی) کا شاہنشاہ بغداد سے

ایک ایسا رابطہ کر دیا۔ کہ پھر غوث الثقلین کے عشق اور آپ کی والہانہ محبت نے حضرت تنویر علیہ الرحمہ کو ہمہ تن قادری بنا دیا اور

شاہبازِ لامکانی مظہرِ ربِّ قدیر :۔ حضرت محبوب سبحانی شہ پیراں پیر

کے فیضان سے قربِ الٰہی کے آسمان پر حضرت تنویر قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک ماہتاب بن کر چمکے اور فقیر والی اور اس کے گرد و نواح میں مُریدین و متبعین کا ایک وسیع حلقہ اُن کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر غوث الثقلین کے دامن سے وابستہ ہوا۔

تنویر، تنویر

محررِ سطور (یعنی حضرت علامہ غلام مہر علی صاحب) علوم درسیہ مروجہ کی تکمیل کے بعد دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے سلسلہ میں داخل ہوا۔ ظہر کی نماز کے بعد قرآنِ مجید کی منزل زبانی پڑھنے میں مصروف تھا کہ دارالحدیث جس میں میرے مُربّی و میرے کعبۂ عقیدت اور قبلۂ ارادت بحر العلوم العقلیہ والنقلیہ فانی فی محبۃِ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم، امام المحدثین، شیخ الکل حضرت استاذی سیدی و مولائی مولانا ابوالبرکات سید احمد افاض اللہ علی مرقدہ شآبیب غفرانہ تشریف فرما رہتے تھے۔ آواز آئی۔ تنویر، تنویر۔ مجھے دارالعلوم میں داخل ہوتے پہلا ہی روز تھا اور میں دارالعلوم کے ماحول سے بالکل اجنبی تھا۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا تو مسجد کی جنوبی جانب کے ایک چھوٹے سے کمرہ سے جس میں صرف ایک ہی آدمی رہ سکتا تھا اور ایک ہی رہتا تھا۔ ایک ملیح الوجہ اور موٹی موٹی مست دار آنکھوں والا ایک لڑکا سیڑھیوں سے فوراً اُترا اور دارالحدیث میں داخل ہو کر باہر آیا اور بازار چلا گیا۔ کوئی دس منٹ بعد وہ کچھ پان لئے واپس آیا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو دے کر پھر اسی کمرہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ

اس لڑکے کا نام ہی تنویر ہے۔ آتے جاتے میں اُس کی چال ڈھال کو دیکھتا رہا آپ چلتے وقت سر کو بائیں طرف جھکا کر چلتے۔ دونوں بازؤں کی کہنیاں ذرا پیچھے کو نکلی ہوئی تھیں۔ اور ہاتھ کمان کی صورت میں نظر آتے تھے۔ اور بڑی تیزی سے قدم اٹھاتے تھے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ یہ لڑکا بے حد ذہین اور انتہائی ہوشیار ہے۔ میں دار العلوم میں واقفیت حاصل کرنے کے لئے اٹھا اور تنویر صاحب کے کمرے میں سیڑھیوں کے ذریعہ پہنچ گیا۔ اور دیکھا کہ آپ پاکٹ بک محمدیہ کھولے گہرے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھے اور اسٹو جلا کر چائے تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور پھر جلد ہی چائے پکا کر فارغ ہو گئے۔ مجھے بھی ایک کپ مرحمت فرمایا۔ پوچھنے لگے کیا نام ہے۔ میں نے کہا غلام مہر علی۔ سوال ہوا کہ کہاں سے آئے ہو۔ میں نے کہا ریاست بہاول پور سے۔ پھر پوچھا کہ کیا پڑھو گے۔ میں نے کہا کہ دورہ حدیث شریف کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اور پھر بات بڑھتی چلی گئی۔ تا آنکہ تعارف میں کوئی کمی نہیں رہی۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ میں نے تو سات آٹھ سال میں تمام کتابیں یہیں پڑھی ہیں۔ آئندہ سال انشاء اللہ تعالیٰ دورہ شریف پڑھوں گا۔ مگر بریلی شریف جاکر پڑھنے کا ارادہ ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہاں بڑے بڑے اساتذہ ہیں بلکہ صرف اور صرف اس لئے کہ بارگاہِ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امام الائمہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کے پاس حاضری میں حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے کی دولت سے شرف حاصل کر سکوں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ لڑکا کسی روز مسلکِ عارفین صوفیائے کرام کا عظیم مبلغ اور ملتِ بیضاء کا سچا جاں نثار عالمِ دین بنکر نکلے گا

اس مختصر ملاقات میں حضرت پیر سید فیض الحسن شاہ صاحب تنویر علیہ الرحمہ نے مجھے بے حد متاثر کیا اور ہم اتنے قریب ہو گئے کہ آخری دم تک ساتھ نہ

چھوٹا۔ اور عمر بھر ان کی دید میری آنکھوں کا سرمہ حیات اور میری ملاقات اُن کے لئے عید سے کم نہ ہوتی۔

شرف قادریت

مقام عبدیۃ میں کامل تنزل کے باعث حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کا بحرِ بیکراں جو موجزن ہے ان میں معروف ترین اور ممتاز کرامت جس نے آپ کو شاہنشاہِ ولایت مشہور کیا۔ وہ بغداد شریف کے محلہ حلبیہ میں دوران وعظ وارشاد آپ کا یہ فرمان تھا۔ کہ

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے)

ارشاد چونکہ کشفاً والہاماً بامرِ الٰہی تھا اس لئے اس مجلس میں موجود سبھی مشائخ اور اولیائے عراق نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ اور یہ اعلان اللہ تعالیٰ نے رُوئے زمین کے تمام اقطاب وابدال کو پہنچا دیا۔ اور سب نے سُن کر اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں یہاں تک کہ وقت کے راس الاولیاء، امام العارفین حضور خواجہ خواجگان چشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ جو اُس وقت کہستان خراسان کے جنگلوں میں مجاہدات دریاضات میں مشغول تھے۔ آپ کی یہ آواز رُوحانی طور پر اُن کے کانوں میں بھی پڑی۔ اور کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ کی صداقت کا ظہور ہوا اور شاہنشاہِ اقلیم ولایت غوث الاعظم کی طرف مُنہ کر کے حضور خواجہ نے اپنی گردن زمین تک جھکا کر عرض کی۔ قَدَمَاكَ عَلٰی رَأْسِیْ وَعَیْنِیْ (آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر)۔

حضور خواجۂ خواجگان کی اس نیاز مندانہ عقیدت کو حضور غوث الاعظم نے دیکھا اور سُنا تو نظرِ عنایت کے فیضان سے فرمایا کہ معین الدین! تم نے سب سے پہلے میری زبان سے اس اعلان ربانی کو سُن کر سرِ تسلیم خم کیا ہے۔ تم پورے

ہندوستان کی ولایت سے سرفراز کئے جاؤ گے ۔

شیخ صنعان پر رد بال

حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کو اصفہان کے ولی کامل شیخ صنعان نے بھی اپنی باطنی قوت سے سنا۔ مگر حضور غوث الثقلین کے اس منصب جلیل کے اقرار و تسلیم میں لغزش کھا گئے۔ اور اپنی ولایت و کرامات کے ناز پر گردن خم نہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ خداوند قدوس نے اسی وقت ان کی ولایت و نورانیت سلب کرلی اور ایک مدت تک مصائب و محرومی کا شکار رہے۔ بالآخر حضور محبوب سبحانی کی بارگاہ میں شیخ صنعان کے ایک ارادت مند نے ان کی معافی کی بار بار التجا کی۔ حضور نے توجہ فرما کر انہیں خسارۂ اخروی سے بچا لیا۔ اور توبہ کرنے کے بعد شیخ صنعان کا مرتبہ بحال ہوا۔

ایک وضاحت

یاد رہے کہ آپ کا یہ قول "کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" غوث پاک سے پہلے اور بعد کے تمام اولیاء اللہ کو عام ہے۔ اس باب میں مختلف اقوال بھی ہیں۔ مگر جمہور محققین و محدثین ائمہ ثقات کے فیصلہ کے مطابق اس ارشاد کے تحت جملہ اولیاء اللہ شامل ہیں۔

البتہ جو خواص ولایت کے علاوہ دیگر مناصب و مراتب مثلاً صحابیت اور تابعیت اور امامت نسبیہ نبویہ سے مشرف ہیں۔ یہ حضرات چونکہ صرف ولی کے نام سے معروف نہیں ہیں۔ اس لئے آپ کے اس ارشاد میں داخل نہیں۔ باقی تمام اولیاء بلکہ آپ کے مشائخ بھی آپ کے اس ارشاد میں داخل ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ نے اس پر تصریح فرمائی ہے۔ اعلیٰحضرت مجدد ملت الشاہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

؎ گر شیوخت راتواں گفت از رہِ القابِ نور
کافتا بابند ایشاں و مہ تاباں توئی

(دیوانِ بخشش ج دوم ص۴۹)

یہ کتنی بڑی خداداد عظمت ہے کہ حضرت علامہ پیر سید فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سرکارِ غوثیت پناہی سے خصوصی نسبت ہے جبکہ تمام سلاسل کے پیشوایانِ اُمت اُن کے خدام ہونا ہی باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔

؏ قادری بودن رضا را منت باغِ خلد داد

؎ یہ چشتی نقشبندی سہروردی ؛ ہر اک تری طرف مائل ہے یا غوث رض

بلاریب آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت رشد و ہدایت و خلافت بیعت کی نعمتِ عظمٰے حاصل ہوئی۔ اور بارگاہِ غوثیت سے والہانہ عشق کا یہ عالم تھا کہ کسی جگہ بھی کوئی خارجی شانِ غوثیت میں نیش زنی کرتا تو پتہ چلتے ہی آپ اس کی سرکوبی کے لئے میدان میں آجاتے۔ خود فقیر والی کے بظاہر متقی صورت کئی گستاخانِ شانِ نبوت و ولایت کو آپ کے جلالِ ہاشمی نے شتم بازئ خاصانِ حق سے ہمیشہ کے لئے اس طرح خاموش کر دیا۔ کہ

؎ کوئی جانے منہ میں زباں نہیں ؛ نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں۔

تلامذہ و مریدین اور متوسلین کو آپ ختم قادریہ کی ہمیشہ تلقین فرماتے اور مجالس رشد و ہدایت میں خود بھی ختم غوثیہ پڑھتے اور حاضرین سے پڑھواتے۔

آپ کا سلسلۂ بیعت اپنے شیخ و مرشد حضرت پیر سید بشیر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جا پہنچتا ہے آپ کا شجرہ منظومہ صورت میں جاری ہے۔ میرے ذوق نے اس کے مفہوم و معنیٰ میں ترمیم کئے بغیر کچھ مداخلت کی ہے۔ اگر آج ہمارے محبوب تو یز مزار پُر انوار

سے باہر ہوتے تو یقیناً میرے قلم کو مبارک باد کا مستحق سمجھتے۔ شجرۂ سلسلۂ بیعت ناظرین خود پڑھ کر لطف و ذوق سے محظوظ ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ شریف قادریہ بشیریہ فیضیہ (اول ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھے)

حمد پڑھ اے دل لذاتِ ذوالمنن ❊ کہ ہے مرشد سیدِ فیض الحسن

شاہ بشیر احمد بشارت کی نوید ❊ ہے بری دوزخ سے ہر اُن کا مرید

پیر احمد شیر کے قربان ہو ❊ جن کے باعث قربتِ رحمٰن ہو

جی سے ہو احمد علی شہ پر فدا ❊ جن کے ملنے سے ملے تجھکو خدا

شاہ درگاہی کے وارے جایئے ❊ جن کی برکت سے خدا کو پایئے

شاہ جمال اللہ سے حاجت چاہیئے ❊ درد کا حصہ انہیں سے پایئے

کرنا چاہے تو اگر حق سے لگن ❊ پیر قطب الدین کہا کر رات دن

پیر کامل جسکے ہوں خواجہ زبیر ❊ اس کے دل میں کب ہے پھر فکرِ غیر

عشق میں ہووے جو کوئی درد مند ❊ اس کے دارو ہیں محمد نقشبند

ہو تصدق خواجۂ معصوم کے ❊ دو جہاں کے بادشاہ مخدوم کے

شیخ احمد جی کو دل میں یاد رکھ ❊ ہے مجدد الف ثانی داد گر

شاہ سکندر جی کا دامن گیر ہو ❊ دن قیامت کے تو مت دلگیر ہو

شاہ کمالِ کیتھلی کا دھیان رکھ ❊ پیشوا اپنے کی تو پہچان رکھ

فضل گر تجھ پر کریں حضرت فضیل ❊ دور ہو دل سے ترے سب گرد و میل

دم بدم حضرت گدا کا نام لے ❊ اک گھڑی ان بن تو مت آرام لے

شاہ شمس الدین کا پامال ہو ❊ اور ان کی یاد میں خوشحال ہو

لاڈلے بوالفضل کے اور کام دِل ÷ ہیں گدا رحمان میرے آرام دل
شاہ شمس الدین صحرائی کا نام ÷ دِل میں تو اپنے لیاکر صبح و شام
یاد کر ہر وقت یا سید عقیل ÷ ہے خدا پانے کی گر تیری دلیل
سید کامل بہاء الدین کہہ ÷ نام کو اُن کے سدا تو لیتا رہ
پیر کامل ہیں میاں عبدالوہاب ÷ اُن سے لے دل تو سدا رہ فیضیاب
پیر شرف الدین کے قدموں کو نہ چھوڑ ÷ ایک ساعت اُن سے اپنا منہ نہ موڑ
اور میاں رزاق کے قربان ہو ÷ یعنی حاضر بادل و باجان ہو
یاد میں رہ تو سدا محبوب کی ÷ حق کے دِلبر لاڈلے مطلوب کی
جس نے ڈوبی ناؤ کو پیدا کیا ÷ چور کو ابدال دم میں کر دیا
شاہ میراں غوث الاعظم نور و نور ÷ جن کے صدقے مشکلیں ہوتی ہیں دُور
غوث الاعظم کا لیا ہے جس نے نام ÷ آگ دوزخ کی ہوتی اُس پر حرام
اور بو صالح کی کر تا رہ شمار ÷ غوث الاعظم کے وہی ہیں پیشوا
تو بھی عبداللہ حضرت کو پکار ÷ اپنے مرشد کی سدا رکھ یادگار
یاد کر ہر وقت یحییٰ شاہ کو ÷ اور پھر حضرت محمد شاہ کو
اور میاں داؤد کے گُن گا ئیے ÷ شاہ موسیٰ کے تصدق جائیے
شاہ عبداللہ مورث باصفا ÷ شاہ موسیٰ کے وہی ہیں ، پیشوا
شاہ عبداللہ محض کو یاد کر ÷ پھر حسن یعنی مثنیٰ داد گر
آگے اب رو رو کے جی قرباں کر ÷ اپنی بخشش کا ذرا سامان کر
پھر شہید دینِ حق کا لے تو نام ÷ یعنی کہ حضرت حسن جو ہیں امام
جن کے والد ہیں علی المرتضےٰ ÷ والدہ ہیں فاطمہ خیر النساء
یاد رکھ ہر آن تو اور ہر گھڑی ÷ مرتضےٰ اور فاطمہ بنتِ نبی .

یا رسولُ اللہ کہا کر بالیقین ❊ جن سے خود ظاہر ہے رب العٰلمین
جن کی خاطر آفرینش کو کیا ❊ ورنہ سب معدوم تھا اور کچھ نہ تھا
یا الٰہ العٰلمین بندہ ترا ❊ عرضِ حاجت کے لئے حاضر ہوا
فخرِ عالم مصطفٰے کے واسطے ❊ چار یارِ باصفا کے واسطے
واسطے خاتونِ جنت کے خدا ❊ کر مراداتِ دلی مجھ کو عطا
واسطے حسنین غوثِ پاک کے ❊ جملہ اہلِ سلسلہ کے واسطے
چار دہ معصوم کا صدقہ خدا ❊ دو جہاں میں کر میری حاجت رَوا
اور طفیل مرشد احمد رضا ❊ جو بریلی میں ہیں نائب مصطفٰے
حشر میں دیدار اپنا دیجیو ❊ آبرو میری وہاں رکھ لیجیو
ہوں میرے شافع رسولِ ذوالمنن ❊ حشر میں مجھ کو نہ ہو رنج و محن
گرچہ میں عاصی بہت ہوں روسیاہ ❊ اُمتِ احمد میں ہوں پر اے خدا
در پڑے کی دستگیری کیجیو ❊ دو جہاں میں آبرو رکھ لیجیو

پیروی مرشد کی ہو مجھ کو نصیب
عشق میں ہر دم رہوں اُنکے قریب

ولادتِ باسعادت

فخر الملت شہباز خطابت حضرت علامہ پیر سید فیض الحسن شاہ صاحب تنویر علیہ الرحمہ ۲ جنوری ۱۹۲۷ء کو ضلع کیمبل پور کے مشہور شہر شمس آباد کے محلہ سادات میں (جو شاہ پور کے نام سے مشہور ہے) پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سید عظیم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کو آپ کے مرشد "سائیں طالب علی شاہ" کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ محکمۂ پولیس میں سب انسپکٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔ مگر جس عظیم شاہ کو مرشد نے "طالب علی" کہدیا تھا وہ تھوڑے ہی عرصہ بعد پولیس کی ملازمت سے مستعفی ہو کر طالبان علی کرم اللہ وجہہ اور درویشی حلقہ میں گامزن ہو کر ذکر الٰہی اور قرب ربانی کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔ اور ایسا ہونا ہی تھا۔ کیونکہ جب حضرت سید عظیم شاہ علیہ الرحمہ کے والد یعنی حضرت شاہ جی علامہ سید فیض الحسن شاہ صاحب تنویر علیہ الرحمہ کے جدامجد حضرت پیر سید ولایت علی شاہ صاحب ایک جید عالم دین اور عظیم المرتبت شاعر بھی تھے۔ گویا آپ کا خاندان دینی علوم و روحانی شرف سے اَبًا عَنْ جَدٍّ بہرہ ور تھا۔

حضرت تنویر علیہ الرحمۃ کے والد ماجد نے زمانہ ملازمت پولیس میں آپ کو (یعنی سید پیر فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ) کو شمس آباد کے مڈل سکول میں داخل کرا دیا۔ اور آپ اسکول میں پڑھتے ہی تھے کہ سید عظیم شاہ صاحب علیہ الرحمہ آپ کو ۹ سال کی عمر میں یتیم چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

آپ نے اپنی خداداد ذہانت سے اعلیٰ ڈویژن میں مڈل پاس کیا۔ آپ کے والد کی وفات کے بعد آپ کی تربیت و کفالت آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمائی اور اس مقدس

ماں نے پردہ میں بیٹھ کر محلہ کی عورتوں کے کپڑوں کی سلائی کی۔ پوری توجہ و محنت سے شاہ جی کی تعلیم و تربیت میں ایک قابل تقلید مثال قائم فرمائی اور معاشی حالات میں کسی قسم کا کوئی انحطاط پیدا نہ ہونے دیا۔

ظاہر ہے کہ حضرت شاہ جی علیہ الرحمہ مڈل کے بعد ہی یا صرف دُو سال اور لگا کر میٹرک کے بعد اپنے والد ماجد کی محکمانہ ملازمت کے اپنے حقوق کی طرف اگر تھوڑی سی توجہ فرما دیتے تو انہیں بآسانی محکمۂ پولیس میں کوئی نہ کوئی ملازمت مل جاتی مگر اعیانِ ثابتہ کی صورت ثابتہ کے پروگرام نے پورا ہو نا ہی تھا۔ چنانچہ آپ کی طبیعت اس دُنیاوی تعلیم سے اُچاٹ ہو گئی اور جب آپکے ہم جماعت نویں کلاس کی کتابیں خریدنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ تو حضرت شاہ جی علیہ الرحمہ نے والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ۔ "امی جی میرا دل مجھے مجبور کر رہا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں شمس آباد سے باہر جا کر دینی علوم حاصل کروں"

شاہ جیؒ کا یہ ارادہ اور اُن کے یہ الفاظ سُن کر والدہ کو اپنے جدِ کریم حضورِ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء) بار بار سامنے آنے لگا۔ مگر ماستانے ماں کو اکلوتے بیٹے اور یگانۂ نورِ نظر و سرمایۂ حیات کی جدائی اور گھر سے باہر آنکھوں سے دُور ہو جانے کے تصور نے تفکرات کے ایسے عالم میں پہنچا دیا کہ ذہن نے اس معمہ کو حل کرنے سے جواب دے دیا۔ اور ماں پر کرب و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

قریب تھا کہ شاہ جی کو اس ارادہ سے منع کر دیتیں۔ مگر اس کریمہ کو اپنے دادا جان سیدنا امام حسین عالی مقام اور معصوم بچی فاطمہ صغریٰ کی اللہ کی راہ میں جُدائی برداشت کرنے کا حادثہ فوراً یاد آ گیا اور ایک ٹھنڈا سانس لے کر بولیں۔ اچھا بیٹا میں ایسے نیک کام سے تمہیں کیسے روک سکتی ہوں یہ تو میری اور تمہاری عاقبت کی بہتری کا معاملہ ہے

ذاتِ حق کا اسم ہادی حضرت شاہ جی علیہ الرحمہ کو اپنے کنٹرول میں لے چکا تھا۔ اس لئے اس اسم نے چمنستانِ سادات کے اس گلِ رعنا کے لئے وقت کے فیاض عالم دین اور عصرِ حاضر کے ایک محبوب روحانی پیشوا کے طور پر آپکی تربیت شروع کر دی۔ اور اس طرح آپ کے لئے گستاخانِ رسول اور مرتدینِ اسلام پر سیفِ قاطع ہونے کے تمام دروازے کھل گئے۔

شاہ جی علیہ الرحمہ والدین کے گھر صرف اکیلے بچے تھے۔ ماں کی نظروں کے سامنے حضرت شاہ جی علیہ الرحمہ کے سوا زندگی کا اور کوئی سرمایہ نہ تھا۔ کیونکہ آپ کا کوئی حقیقی بھائی اور بہن نہ تھے۔ اس کے باوجود شاہ جی کے شوق علم دین اور بار بار اصرار پر والدہ نے اجازت دیدی۔ اس کے چند سال بعد دین حق کا ایک عظیم مبلغ اور روحانی پیشوا ہونے والا یہ بچہ رختِ سفر باندھنے میں مصروف ہو گیا۔ دینی تعلیم کا آغاز تو آپ اسکول کی تعلیم کے دوران ہی اپنے دادا جان حضرت پیر ولایت علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے کر چکے تھے۔ کہ قرآن مجید کی تکمیل اور کچھ فارسی کے اسباق بھی گھر سے ہی ہو چکے تھے۔ آپ نے مکمل علوم عربیہ اسلامیہ کی تشنگی بجھانے کے لئے کراچی کو منتخب کیا۔

کراچی کا سفر اور واپسی:۔ آپ کا ذوقِ حصولِ علم کسی بڑے شہر کے کسی بڑے دار العلوم کی تلاش میں تھا تاکہ حسبِ تمنائے دِل علوم دینیہ سے سرفراز ہو سکیں۔ اور اس کے لئے آپ نے کراچی کو اس لئے منتخب فرمایا کہ اس وقت آپ مسافرانہ زندگی کے تجربات سے تقریباً ناآشنا تھے اور گھر سے دور دراز رہ کر یتیمی کے حالات میں رہنا سخت دشواری تصور فرماتے تھے۔ اس کے لئے ابتداءً کسی سہارے کی ضرورت تھی۔ اور اس وقت آپ کے چچا سید جواد شاہ کراچی میں آئی جی پولیس سندھ کے آفس میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔

شاہ جی علیہ الرحمہ اس خیال سے کہ وہاں چچا جی تو ہیں ابتدائی طور پر وہاں ٹھہر کر کسی اچھے مدرسہ کی تلاش کر کے داخل ہو جاؤں گا مگر اُس دور میں آج کا کراچی نہ تھا بین الاقوامی

سندھ شاہ اور ایک بڑا شہر ہونے کے باوجود وہاں دینی مدارس نہ ہونے کے برابر تھے۔ چنانچہ آپ بلا تاخیر گھر آ گئے۔ ظاہر ہے کہ گھر خوشیوں سے بھر گیا ہوگا۔ والدہ ماجدہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہونگی۔ مگر آپ نے پھر جلد ہی سفر کا تقاضا شروع کر دیا۔ حصول علم دین کی تڑپ کسی کروٹ چین نہ لینے دیتی تھی بالآخر ایک بار پھر اجازت طلب کی۔ اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔

شاہ جی علیہ الرحمہ امرتسر میں :- شاہ جی نے ضروری سامان باندھا۔ امرتسر کا رخ کیا اور اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت علامہ شمیم شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مولانا شمیم صاحب دار العلوم حزب الاحناف کے فارغ التحصیل تھے اور امرتسر کی جامع مسجد اہل سنت و جماعت کے نہایت مشہور خطیب تھے۔ بھائی نے بھائی کو کلیجہ سے لگایا تسلی دی اور دوسرے ہی دن سے حضرت سید احمد علی شاہ صاحب شمیم اپنے اس مستقبل کے عظیم بھائی کو پڑھانے میں مصروف ہو گئے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی لاہور میں آمد :- مولانا سید احمد علی شاہ صاحب شمیم آپکے پہلے درسی استاذ تھے۔ اور پڑھانے میں بھی حتی الامکان پوری کوشش فرماتے تھے۔ مگر چونکہ وہ مبلغ اور مقرر و خطیب تھے۔ اس لئے بسا اوقات اسباق میں ناغے ہوتے اور تعلیم میں تعطل پیدا ہوتا اور ادھر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو ذرا بھی یہ گوارا نہ تھا کہ تعلیم میں حرج واقع ہو۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ والدہ اکثر آپ کے فراق میں غمزدہ رہا کرتی تھیں۔ حضرت مولانا سید احمد علی صاحب شمیم اکثر لاہور اور اس کی عظیم دینی درسگاہ حزب الاحناف کا تذکرہ فرماتے رہتے۔ لہذا حضرت مولانا سید پیر فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو بھی اسی دار العلوم میں داخلہ کا شوق پیدا ہوا۔ جس کا تذکرہ آپ نے اپنے مولانا شمیم علیہ الرحمہ سے بھی کیا۔ مولانا سید شمیم صاحب آپکی اس التماس پر بہت خوش ہوئے اور آپ کو بخوشی لاہور روانہ فرما دیا۔

پھر آپ اپنے ماموں سید ہدایت علی شاہ صاحب مرحوم کے پاس پہنچے جو اُس وقت لاہور ریلوے میں ملازم تھے۔ اور ان سے عرض کیا کہ انہیں لاہور حزب الاحناف میں داخل کروا دیں۔ چنانچہ آپ (علیہ الرحمۃ) ماموں کی معیت میں استاذ الکل، مرکزِ علوم رسمیہ و منبع علوم ربانیہ، امام العصر شیخ المحدثین مولانا ابو البرکات سید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے پہلی ہی نظر میں فیض الحسن سے "تونیر" بنا ڈالا۔ تقریباً ابتدائے صرف سے مشکوٰۃ شریف اور جلالین تک مع دیگر علوم و فنون کے دار العلوم حزب الاحناف کے فاضل اساتذہ سے عبورِ تام حاصل کیا۔

جب آپ موقوف علیہ کی کتابیں پڑھ رہے تھے راقم الحروف سے ان کی ملاقات ہوئی اور اخوتِ ملی کے مضبوط رشتوں میں مربوط ہو گئے۔ حضرت شاہ جی علیہ الرحمہ منطقی ذہن رکھتے تھے اور مناظرانہ ذوق رکھتے تھے۔ اور میں ان سے بھی زیادہ اس میدان کا شائق تھا چنانچہ مزاج کی اس ہم آہنگی نے بھرپور دوستی کی شکل اختیار کر لی۔ حضرت شاہ صاحب (علیہ الرحمہ) زیادہ تر مرتدینِ اسلام مرزائیوں کے لٹریچر کی تردید میں دلائل کی جستجو میں رہتے اور میں زیادہ تر مرتدینِ اسلام خارجیوں کے دونوں شعبوں کے ایمان سوز دجل و فریب کی بیخ کنی میں مصروف و محو رہتا۔ پورے ایشیا میں ہر باطل فرقہ کے لٹریچر اور انکی تردید کے بارے میں بے پناہ کتب کا ذخیرہ دار العلوم حزب الاحناف میں موجود تھا۔ مرزائیوں کی تردید کے حوالے میں شاہ جی (علیہ الرحمۃ) کی کاپیوں سے نقل کرتا اور خارجیوں وہابیوں اور دیوبندیوں کی بیخ کنی کے دلائل شاہ جی میرے رجسٹر سے نقل فرماتے رہتے۔ اسی طرح شب و روز گزرتے رہے اسباق سے فارغ ہو کر تردید مذاہب باطلہ کی تیاریوں میں مصروف رہتے۔

حضرت شاہ جی کتابوں میں مجھ سے ایک سال پیچھے تھے۔ میں اس وقت دورۂ حدیث متحدہ ہندوستان کے سب سے عظیم محدث مولانا سید ابو البرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھ

رہا تھا۔ اسی لئے شاہ جی میرے روزمرہ کے اسباق حدیث میں مرزائیوں، دیوبندیوں کے رد میں نوٹ کردہ دلائل کا روزانہ کا مطالعہ فرماتے رہا کرتے تھے۔

دارالعلوم حزب الاحناف میں ایک مناظرہ:۔ حضرت شاہ جی علیہ الرحمۃ بڑے ذہین، طباع اور باریک بین، فکر و نظر کے مالک تھے۔ ایک دن انہوں نے دارالعلوم کے ایک طالب العلم محمد منشاء کو میرے ساتھ مناظرہ کیلئے تیار کیا۔ اور اس آزمائشی مناظرہ کے خود حکم بن گئے۔

مولوی اشرف علی کی کتاب حفظ الایمان کی کفریہ عبارت زیر بحث تھی۔ جس پر علمائے حرمین اور جملہ علماء اہلسنت نے مولوی اشرف علی کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ میرے لئے یہ بڑا سنہری موقع تھا کہ میں ایک گستاخ رسول کی توہین آمیز عبارت کی تشریح کر سکوں۔ جمعرات کی شب مقرر ہوئی۔ شاہ جی میری قوت استدلال دیکھنا چاہتے تھے۔

میں نے مولانا محمد منشا صاحب سے طے کر لیا کہ نہ صرف اشرف علی کی شان نبوت میں گستاخانہ صریح عبارت پر بحث ہوگی۔ بلکہ علماء حرمین شریفین کے مفتی علیہ دیوبندیوں کے چاروں پیشواؤں (اشرف علی تھانوی، محمد قاسم نانوتوی، خلیل احمد سہارنپوری اور رشید احمد گنگوہی) کی گستاخانہ عبارات پر بھی بحث ہوگی۔

دارالعلوم کے طلباء کے جم غفیر میں مناظرہ شروع ہوا۔ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ دارالحدیث کی کھڑکی کھول کر بچشم خود ملاحظہ فرما رہے تھے۔ میں نے بحث کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ تمام امت کے علماء کا فیصلہ حسام الحرمین میں واضح طور پر درج ہے کہ مولوی اشرف علی نے اپنی کتاب حفظ الایمان کے ص۸ پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض علم غیب کو پاگلوں اور حیوانوں کے علم سے تشبیہ دے کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین کی ہے لہٰذا اشرف علی کافر ہو گیا۔ اس کی حفظ الایمان کی ملعونہ عبارۃ ملاحظہ فرمائیے

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم

غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان ص۸)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض علم غیب تسلیم کر کے پھر لفظ ایسا سے آپ کے علم مبارک کو بچوں، پاگلوں اور تمام حیوانات و چارپایوں کے علم سے تشبیہ بالیقین صریح توہینِ رسول ؐ ہے اور اس گستاخی کی وجہ سے مولوی اشرف علی مرتد اور خارج عن الاسلام ثابت ہوتا ہے بلکہ جو لوگ اس صریح کفر کے بعد اسے اپنا پیشوا، بزرگ اور مومن سمجھتے ہیں وہ رضاء بالکفر کی وجہ سے تھانوی کے کفر میں شریک ہیں اور ان پر بھی وہی احکام جاری ہوں گے جو اشرف علی پر لاگو ہوتے ہیں۔

مولوی محمد منشاء :۔ نے کہا کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ حضورؐ کے علم کو پاگلوں اور حیوانوں کے علم سے تشبیہ دینا تو واقعی کفر ہے مگر لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا بلکہ کبھی اتنا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ امرِ کن سے جو چاہے بنادے لہٰذا مولوی اشرف علی کے کلام میں لفظ ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اتنا کے معنی میں ہے لہٰذا یہ کفر نہیں۔ ہاں اگر تشبیہ ہو تو ہم بھی اشرف علی کو کافر کہنے کے لئے تیار ہیں۔

مولانا محمد منشا صاحب کے یہ الفاظ سُن کر شاہ جی علیہ الرحمہ بے اختیار ہنس پڑے اور فرمانے لگے مولوی منشا اب خود پھنس گیا ہے۔ دیکھئے غلام مہر علی اس کی کیا گت بناتا ہے۔[1]

جواب الجواب = میں نے کہا کہ مولوی اشرف علی کو بچانے اور اس کی بے جا حمایت میں محض دجل و فریب سے دیوبندی ناواقف لوگوں کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ لفظ ایسا یہاں تشبیہ کے لئے نہیں۔ مگر یہ محض جھوٹ اور فریب ہے دیکھئے دیوبندی فرقہ کے سب سے معتمد علیہ مولوی حسین احمد دیوبندی نے صاف اقرار کیا ہے کہ اشرف علی کی عبارت میں (لفظ) ایسا تشبیہ کے لئے ہے۔

غرض سیاقِ عبارت اور سیاقِ کلام ہر دو بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفسِ بعضیت میں تشبیہ دی جا رہی ہے (الشہاب الثاقب ص۱۱۳ حسین احمد)

[1] میں شاہ جی کے یہ الفاظ سن رہا تھا اور مولوی محمد منشاء کی اس جوابانہ غلطی پر شاہ جی کی تنقید کو سمجھ رہا تھا۔ دیوبندیوں کی طرف سے اشرف علی کی صریح کفریہ بے تکی سی باتیں کہہ کر

کیوں جناب اب تو دیوبندیوں کے گھر کے سب سے معتبر شہادت بتا رہی ہے۔ کہ اشرف علی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو پاگلوں اور حیوانوں کے علم سے تشبیہ دی ہے اور آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ اگر تشبیہ ہو تو میں بھی اسے کافر کہوں گا۔ اب اعلان کیجئے کہ وہ اس ملعونہ عبارت کی وجہ سے مرتد ہوا۔ مزید برآں آپ کے قول کے مطابق ایسا کو یہاں اِتنا کے معنی میں تسلیم کرنا تو مقدار علم نبوی کا پاگلوں، حیوانوں کے علم کے برابر ہونے کا اس سے بھی بدتر اقرار کفر اور تشبیہ سے بھی زیادہ واضح کفر ہو گا۔

مولانا محمد منشا صاحب کا اعلان :- مولانا نے فرمایا کہ حسین احمد شیخ الحدیث دیوبند کے اقرار کے بعد اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں واضح اعلان کرتا ہوں کہ اس عبارت میں لفظ ایسا خواہ تشبیہ کے لئے ہو خواہ مقدار کے لئے بہر صورت عبارت کفریہ ہے اور تھانوی گستاخ رسول اور اس کی حمایت کنندہ پارٹی بددیانت اور گستاخ رسول ہے۔ اب دوسرے مولویوں کی کوئی عبارت بیان کیجئے جن میں کفر کا ثبوت ہے۔

اس باب میں میری تقریر :- میں نے مولوی خلیل احمد سہارنپوری کی مصنفہ اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ کتاب "براہین قاطعہ" کھول کر اس کے صفحہ ۵۱ سے بتایا کہ ان دونوں گستاخانِ رسول نے حضور نبی کریم کے علم مبارک سے شیطان کا علم وسیع مانا ہے لہٰذا قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق "کہ جو شخص کسی بھی مخلوق کو حضور سے زیادہ عالم مانے وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے" اس قول پر یہ دونوں پیشوائے دیوبند مرتد قرار پاتے ہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو

" شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے" (براہین قاطعہ ص۵۱ سطر [illegible])

مولانا محمد منشا صاحب لاحول پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے اور فرمایا کہ یہ تو کسی شیطان کا قول ہے۔ میں اس کے لکھنے اور تصدیق کرنے والے کو بالیقین کافر سمجھتا ہوں اب آپ یہ دکھائیں کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی سے کون سا کفر

سرزد ہوا تھا جس کی وجہ سے علماء حرمین شریفین اور مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ سمیت تمام علماء اسلام نے انہیں مرتد قرار دیا ہے۔

میری آخری تقریر :۔ میں نے اس باب میں پھر سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔ اور مولوی محمد قاسم نانوتوی بانئ دیوبند کی کتاب "تحذیر الناس" کی کفریہ اور خلاف اجماع امت عبارات پر تقریر کی کہ قرآن مجید کے پارہ ۲۲ میں ارشاد ربانی "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" میں لفظ خاتم کے معنی پر اجماع امت ہے کہ یہ لفظ آخر النبیین کے معنی میں ہی محصور ہے اس کا کوئی معنی بنانا اجماع امت کا انکار ہے اور صریح کفر ہے۔ مگر مولوی محمد قاسم علیہ ما علیہ نے خاتم النبیین کے معنی آخری پیغمبر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ اور خود خاتم کا معنی "ذاتی نبی" کا گھڑا ہے۔ چنانچہ اس کی یہ عبارتیں میں نے تحذیر الناس سے پڑھ کر سنا دیں۔

۱ :۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ۲)

۲ :۔ سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۴)

۳ :۔ بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ کی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس ص ۲۴)

میں نے کہا کہ ان سب عبارتوں کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کرنا جہلا کا خیال ہے۔ سمجھدار علماء کے نزدیک یہ معنی کچھ فضیلت والا نہیں۔ اور

خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کرنے سے حضورؐ کی اس آیت سے کوئی تعریف نہیں بنتی۔ بلکہ خاتم النبیین کا صحیح معنی ہے ذاتی نبی اور باقی سب انبیاء عارضی نبی ہیں۔ تو اگر بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی تشریف لے آئے تو آپ پھر بھی خاتم النبیین یعنی ذاتی نبی رہیں گے اور بعد میں آنیوالا نبی آپ کے واسطہ سے اور بالعرض ہوگا۔ اور ختم نبوت کے مسئلہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ سچ یہ ہے کہ عبارات مرقومہ مرزائیت اور قادیانیت کی بنیاد ہیں۔ اسی نکتہ نظر سے مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے نظر آتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت علامہ سید فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اعلان فرمایا کہ مولانا غلام مہر علی کے دلائل کا مولوی محمد منشا سے کوئی معقول جواب نہیں بن سکا۔ لہٰذا مولانا غلام مہر علی صاحب کو فاتح قرار دے کر جلسہ ختم کر دیا گیا ہے۔

میرے دلائل سن کر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے مجھے دارالحدیث میں بلا کر حسام الحرمین بطور انعام مرحمت فرمائی اور اسی دن سے حضرت شاہ جی علیہ الرحمۃ بھی پورے انہماک کے ساتھ دیوبندیہ کے خطرناک عقائد کی بیخ کنی کے لئے مطالعہ میں مصروف ہوگئے اور ابھی ہم دورۂ حدیث کے درمیان میں ہی تھے کہ شاہ جی علیہ الرحمۃ نے بریلی شریف کا پروگرام بنا لیا۔

شاہ جی علیہ الرحمۃ بریلی شریف میں :- حضرت شاہ جی نے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں بعض پڑھی ہوئی کتب دوبارہ مظہر اسلام کے فاضل اساتذہ سے پڑھ کر کامل استفادہ فرمایا اور حضور بحر العلوم استاذ الاساتذہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی اور آپکے روحانی فیض و رشد سے ظاہری و باطنی کمالات سے مستفید ہوئے علامۂ دوراں اور نابغۂ زماں استاذ الجہابذہ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری دارالعلوم "مصباح العلوم" مبارکپور ضلع اعظم گڑھ سے اور حضرت الفاضل فخر الافاضل مولانا حافظ عبدالعزیز مرادآبادی علیہ الرحمۃ صدر مدرس مصباح العلوم مبارکپور، دارالعلوم مظہر اسلام

بریلی شریف کے طلبہ کے سالانہ امتحان کے سلسلے میں تشریف لاتے ۔ اور حضرت شاہ جی نے سالانہ امتحان میں امتیازی پوزیشن حاصل کر کے سندِ رسُول کے سچے رسُول ہونے کا شرف حاصل کیا اور ۱۷ رجب ۱۳۶۶ھ کو سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کر کے شمس آباد آتے۔ لوگوں نے دیکھا کہ محنت و مشقت کرنیوالی ماں کا فرزند دلبند فیض الحسن اب علامہ فیض الحسن شاہ تنویر قادری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کچھ دن آپ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت ہی میں رہے۔ اس کے بعد گڑھی شاہو لاہور کی جامع مسجد کی خطابت کے لئے آپ کو آپ کے مربی و محسن استاذ شیخ الحدیث سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے لاہور بلا لیا۔ آپ کے زورِ خطابت سے علاقہ کے لوگ از حد متاثر ہوئے۔ مگر جلد ہی ہارون آباد ضلع بہاولنگر کے احباب نے جامع مسجد ہارون آباد کے لئے منتخب کر لیا۔

شاہ جی کا ہارون آباد میں ورود:۔ اس باب میں ہارون آباد کے لوگوں نے نہایت مؤثر کارروائی کی اور بے حد جدّ و جُہد سے کام لیا۔ بالآخر ان کی مخلصانہ کوششیں بارآور ہوئیں اور سید نا الشیخ ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے ہارون آباد کے لئے اجازت مرحمت فرمادی اور فرمایا کہ یہ نوجوان خطیب بالیقین جامع مسجد ہارون آباد کے لئے کامیاب ترین خطیب ثابت ہوگا اور حکم فرمایا کہ شاہ جی یہاں لاہور میں کسی اور خطیب کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ مگر ریاست بہاولپور ہارون آباد کی جامع مسجد میں آپ ہی موزوں رہیں گے۔ آپ ہارون آباد جا کر کام کریں لہٰذا ۱۹۴۸ء میں ہارون آباد میں آپ کا ورُود مسعُود ہوا۔ اور آپ کی مسحُور کن آواز اور دیدہ زیب شخصیت نے آن کی آن میں پورے علاقہ میں دھوم مچادی اور علاقہ کا ایک ایک فرد والہ و شیدا نظر آنے لگا۔ اُفق پر چھائے ہوئے سیاہ بادل تنویر کی بے پناہ تنویر سے چھٹنے لگے اور ہارون آباد سنیت کا مرکز بن گیا۔

شادی خانہ آبادی:۔ والدہ ماجدہ کی خواہش سے آپ کے ماموں جناب سید نور محمد شاہ صاحب نے اپنی نیک دل صاحبزادی کا رشتہ خطیبِ وقت حضرت شاہ جیؒ سے کر دیا۔ ازدواجی

زندگی میں آپ کو خدا کے فضل و کرم سے ایسی رفیقۂ حیات ملیں۔ جس نے شاہ جی کی مذہبی و ملی مساعی میں گھر کے تمام اصلاحی وانتظامی معاملات بحسن تدبیر پورے کر کے شاہ جی کو کبھی کسی قسم کا فکر نہ ہونے دیا۔ شاہ جی ۱۹۴۸ء میں جامع مسجد ہارون آباد کے خطیب بنے اور محررِ سطور ۱۹۴۸ء میں پیر محل ضلع فیصل آباد میں غلہ منڈی کی جامع مسجد کا خطیب مقرر ہوا۔

ہم دونوں استاذِ معظم حضرت مولانا ابوالبرکات شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ شیخ الحدیث دارالعلوم حزبُ الاحناف کے ارشاد پر ہی ان مراکز میں مصروفِ خدمتِ دین ہوتے تھے۔

بے مثل خطیب:- بلاریب شاہ جی علیہ الرحمۃ نہایت بلند پایہ خطیب تھے۔ ۱۹۴۹ء میں جب میں حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے سفر حج کی وجہ سے وطن واپس آیا تو ہارون آباد سے فورٹ عباس کے بارڈر تک شاہ جی کی بے نظیر خطابت کا طوطی بول رہا تھا اور پورے علاقہ پر آپکی پُر جوش خطابت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس دوران ہم گاہے بگاہے ملتے رہتے۔ شاہ جی مجھے بھی ہارون آباد لانا چاہتے تھے کہ منڈی چشتیاں شریف کی سرزمین کے آب و دانہ نے مجھے حضور شہنشاہ ولایت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایۂ عاطفت میں زندگی کے خوش نصیب لمحات گزارنے کی دولت بخشدی۔ پھر تو شاہ جی اور میرا رابطہ اور وسیع ہوتا چلا گیا۔ کہ علاقہ میں خارجیت و نجدیت کے اڈوں پر یلغار کرنے میں شاہ جی ہمیشہ میرے ساتھ رہتے۔ اور اس طرح ہم نے خارجیت کے کئی قلعے مسمار کر کے رکھدیئے۔

تحریک ختم نبوت:- شاہ جی علیہ الرحمۃ مرزائیت و قادیانیت کے متعلق وسیع معلومات رکھتے تھے۔ اور ان کے پاس اس جہنمی ٹولہ کے لٹریچروں کا بھی بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ راقم الحروف اکثر و بیشتر مرزائیت کی تردید کے لئے شاہ جی کے ذخیرۂ کتب سے استفادہ کرتا رہا۔ مرزائیت کی رد میں " افادۃ الافہام " ایک عدیم النظیر کتاب ہے جو کہ مجھے لاہور کے ایک پرانے کتب خانہ سے ملی تھی۔ شاہ جی نے وہ کتاب کئی دفعہ مجھ سے لی اور پڑھکر واپس کردی۔ مرزائیت فتنۂ دیوبند سے خطرناک اور دیوبندی فرقہ مرزائیت سے زیادہ مضر ہے

دونوں کا گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مکمل اشتراک ہے۔ مرزائی باوجود مسلمان کہلانے کے پکے مرتد ہیں۔ انہیں مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے۔ مگر جہلائے عوام الناس دین کے معاملہ میں تساہل کا شکار ہیں۔ یہاں تک کہ برادری و روابط سے متاثر ہو کر مرزائیوں سے رشتے کرتے ہیں۔ (اب حکومت کی سطح پر انہیں کافر قرار دیکر انہیں اقلیت قرار دیا گیا ہے) ۔۔ اور ان کے کفر کی نشر و اشاعت سے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بائیکاٹ کرانے کا منصوبہ علماء اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے زیر تجویز ابتداء ہی سے تھا۔ علماء سوء اور بعض خود مرتدین بھی اس معاملہ میں حکمۃً علماء بریلوی کے ساتھ مل گئے۔ تو باقاعدہ حکومت سے مطالبہ کر دیا گیا کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کا سرکاری اعلان کیا جائے۔ مرکز میں خواجہ ناظم الدین مرحوم اور صوبہ پنجاب میں میاں ممتاز خاں دولتانہ وزارتوں پر فائز تھے۔ جب انہوں نے علماء کو کوئی اطمینان بخش جواب نہ دیا تو اس مطالبہ کو منوانے کے لئے عوامی تحریک چلانے کا فیصلہ ہوا۔ تحریک کے صدر علماء بریلی کے قائد غازیٔ اسلام شیخ التفسیر حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد الوری خطیب جامع مسجد وزیر خاں لاہور علیہ الرحمۃ منتخب ہوئے۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام بھی آیا مگر اسے ایک پیشہ ور واعظ اور علوم و فنونِ اسلامیہ میں غیر ماہر قرار دیکر ردّ کر دیا گیا۔ مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ میرے آقائے عظمت ولی نعمت شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی اور سوادِ اعظم اہلسنت کی جمعیت علمائے پاکستان کے صدر تھے۔ تحریک ختم نبوت کے بھی آپ ہی متفقہ طور پر صدر منتخب ہوئے۔ گرفتاریاں پیش کرنیوالے رضا کاروں کے قائد اہلسنت کے روحانی پیشوا مجاہد اسلام ابوالکلام حضرت مولانا صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحبؒ سجادہ نشین آلو مہار شریف مقرر ہوئے۔ تحریک چلی اور گو حکومت نے تو اس سلسلہ میں غلط رویہ ہی اختیار کیا مگر عوام و خواص کے ذہنوں میں مرزائیت کے کفر کے قطعی ہونے کے اس تحریک نے انمٹ نقوش ثبت کر دیئے۔

تحریک چلی تو شاہ جی علیہ الرحمۃ نے پوری تحصیل ہارون آباد میں اس کی کمان سنبھال لی

اور میدان میں اسطرح اُترے کہ شب و روز والہانہ انداز میں تحریک کو کامیاب بنایا۔

ہتھکڑی ٹوٹ جاتی ہے : جامع مسجد ہارون آباد کے عظیم اجتماع میں خطابت اور رضاکاروں کی تربیت سے فارغ ہو کر اپنی گرفتاری کے لئے سب سے پہلے تنویر شاہ علیہ الرحمۃ ہی مسجد سے باہر آئے اور پولیس کی بھاری گارد آپکی گرفتاری کے لئے مسلح موجود تھی۔ سب انسپکٹر پولیس نے آپ کو دروازے پر روک کر گرفتار کرنے کیلئے حوالدار کو ہتھکڑی لگانے کا حکم دیا۔ حوالدار نے چابی لگائی۔ شاہ جی نے ہاتھ نیچے کئے ہتھکڑی کھل گئی سب انسپکٹر پولیس نے حوالدار کو گھورا کہ بیوقوف تجھے ابھی تک ہتھکڑی لگانے کا طریقہ ہی نہیں آیا۔ کیا ملازمت کر رہے ہو۔ حوالدار نے تیزی سے شاہ جی کی طرف پھر ہاتھ بڑھایا اور بڑی احتیاط سے چابی گھمائی۔ جب ہتھکڑی لگ گئی اور اس نے تسلی کر لی تو شاہ جی کو لیکر چلنے ہی والا تھا کہ شاہ جی نے ہاتھ نیچے کئے اور حسب سابق ہتھکڑی کھل گئی۔ سب انسپکٹر نے یہ دیکھ کر حوالدار کو خوفناک آنکھوں سے اس طرح دیکھا کہ وہ کانپنے لگا۔ اور پھر تھانیدار خود ہی آگے بڑھا دوسری ہتھکڑی لائی گئی اور اُس نے اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑی لگائی مگر جب لیکر چلے تو ہتھکڑی ایک بار کھل کر پھر نیچے گر پڑی۔ پولیس میں افراتفری مچ گئی۔ بالآخر موقعہ پر موجود ڈی ایس پی نے کہا شاہ جی کو بغیر ہتھکڑی کے لے جاؤ یہ بھاگنے والے لوگوں میں نہیں ہیں اور پھر بغیر ہتھکڑی ہی کے شاہ صاحب کو جیل لے جایا گیا۔ شاہ جی نے اس تحریک میں بہاولنگر، ساہیوال، ہارون آباد کی جیلوں میں صعوبت کے دن گزارے اور اُف تک نہ کی۔ مجلس احرار کے مولوی محمد علی جالندھری نے بیرول پر ضمانت دے کر جیل سے رہائی حاصل کر لی۔ اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے حکومت سے ساز باز کر کے تحریک کو ختم کرانے کا اعلان کر دیا جسکے الفاظ روزنامہ جنگ کراچی میں بایں طور آج بھی محفوظ ہیں۔

"ہم سب بشمول عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری اس بات پر متفق ہیں کہ مرکز اور صوبہ میں وزارتی تبدیلی کے بعد ہم کو ہر قسم کی سول نافرمانی بند کر دینی چاہیئے۔"

(بیان۔ داؤد غزنوی روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ مئی ۱۹۵۳ء)

یہ بیان دے کر دیوبندیوں نے تحریک کو فیل کرنے کا جو اہتمام کیا وہ دیوبندی فرقہ کے ذمے تا قیامت باقی رہے گا۔ بلکہ انہیں آخرت میں بھی رُو سیاہی نصیب ہوگی۔

چک ۶۸/۴-R میں قیام :- شاہ جی علیہ الرحمۃ کی خطابتی زندگی کا آغاز گو لاہور میں ہوا تھا مگر ہارون آباد کی جامع مسجد کے محراب و ممبر پر جلوہ افروز ہونے کے بعد وہ خطابت و تقریر کے میدان میں کچھ اس طرح چمکے کہ اسکی روشنی پورے پاکستان کے گوشوں میں پھیل گئی۔ اور مسجد کے باہر دُور و دراز مقامات پر اپنی خطابت کے جوہر دکھانے لگے۔ مسجد کی انتظامیہ ان کے عالمگیر فیضان کو شہر ہارون آباد کی حدُود میں محدُود کرنے پر مُصر ہوئی۔ اور شاہ جی کے باوقار ذہن کو انکی یہ بات قبول نہ تھی آپ نے بے شمار قیود سے تنگ آکر زبردست خُود داری کا مظاہرہ فرمایا۔ اور آپ کے متوسلین و مریدین کے پیہم اصرار پر ۱۹۵۲ء میں تحصیل ہارون آباد کے معروف چک ۶۸/۴-R کی جامع مسجد میں خطابت شروع فرمادی

شاہ جی سیاسی میدان عمل میں :- جب سابق صدر پاکستان محمد ایوب خان مرحوم نے بنیادی جمہوریت کا نظام تجویز کیا اور یونین کونسلوں کے الیکشن کی تیاری شروع ہوئی تو متوسلین وارادت مندوں کے مجبور کرنے سے آپ بھی کھڑے ہوئے اور بلا مقابلہ کامیاب ہو کر چیئرمین بھی منتخب ہو گئے۔ اور پھر ڈسٹرکٹ کے ممبر بھی بنے مگر مسلک کا فکر اور خارجیوں کی شرارتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام پر نجدی حملوں اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنیوالوں سے برابر نبرد آزما رہے اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ آپ ایک زبردست سیاسی ذہن کے مالک تھے۔ سیاسی باریکیوں کو سمجھنے میں کچھ ایسے تیز و طرار تھے کہ بہت کم لوگ آپکا سامنا کر سکتے تھے۔ جہاں تک میرا خیال ہے آپ کبھی بھی کسی سیاسی میدان میں مغلوب نہیں ہوئے۔ ثبات و پامردی ان کا وطیرہ تھا۔

فقیر والی میں تشریف آوری :- امام الفقہاء خاتم المحققین ابن عابدین نے اپنی فقہ کی مستند و متداول کتاب "ردالمختار" میں وہابیوں کو خارجی، باغی فرقہ میں شمار کیا ہے اور انکی

اقتداء میں نماز پڑھنے کو ناجائز فرمایا ہے۔ اور فتاویٰ رشیدیہ میں دیوبندیوں نے ان کو اپنا ہم مسلک اور متبع سنت قرار دیا ہے۔ لہٰذا دیوبندی بھی وہابی اور خارجی ہیں۔ شاہ جی علیہ الرحمۃ نے چک ۶۸ میں تشریف لانے کے بعد تمام چک کی فضا کا مکمل جائزہ لیا تو دیکھا کہ فقیر والی کے دیوبندی مولوی تعلیم دین کے نام پر عوام اہل سنت کو لوٹ رہے ہیں۔ اور اسطرح انہیں گستاخئ رسول میں اپنا معاون بنا کر انکی آخرت بھی خراب کر رہے ہیں۔ اور عوام مسلمان انکی بگلہ بھگت صورتیں دیکھ کر اور انہیں ممبر رسول کا وارث سمجھ کر مشائخ کرام اور سلف صالحین کو بدعتی و مشرک تصور کرتے جا رہے ہیں۔

شاہ جی علیہ الرحمۃ اس عظیم فتنہ کے سدباب کیلئے کمربستہ ہو گئے۔ اور فقیر والی کو ہی تبلیغ اسلام کا مرکز بنانے کے لئے اراضی کا ایک وسیع قطعہ خرید کر ۱۹۶۱ء میں مدرسہ فیض العلوم کی بنیاد رکھدی۔ خارجیت کے قلعے متزلزل ہونے لگے اور پوری دنیائے نجدیت زیر و زبر ہوتی نظر آنے لگی۔

اس عاشق رسول اور جاں نثار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقیر والی آمد پر ہر طرف تہلکہ مچ گیا۔ مقامی مسلمانوں نے شاہ جی کی فقیر والی میں آمد پر بھرپور خوشی کا اظہار کیا اور جگہ جگہ میلاد مصطفےٰ کا پروگرام بنایا۔ جس کی وجہ سے کوچہ و بازار میں نجدیت نے وہ کہرام مچایا کہ پناہ بخدا۔ مگر شاہ جی اپنے اسلاف کی طرح مرد میدان اور نہ متزلزل ہونیوالی شخصیت کے حامل تھے۔ ان گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب کہاں ہوتے آپ نے اعلان فرمادیا کہ محفل میلاد النبی فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم دیوبندیوں کے مدرسہ کے سامنے ہوگی۔ اور پھر واقعتہً محفل قائم ہوئی مگر کسی خارجی کو حرکت کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اس طرح شاہ جی نے علاقہ فقیر والی کو عشق رسول سے لبریز کر دیا۔ آج گاؤں گاؤں قریہ قریہ میں مجالس میلاد النبی منعقد ہوتی ہیں۔ اور نعرہ رسالت کی گونج سے فضائیں لبریز ہو جاتی ہیں۔

سیادت تو ان کا سب سے بڑا شرف تھا انکو اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک محی الدین عبدالقادر جیلانی کے طفیل سب کچھ عطا فرمایا رزق اولاد کی نعمتوں سے نوازے گئے۔ اور آپکا حلقۂ مریدین وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

اولاد:۔ حضرت مولانا سید فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں چار بیٹے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں جو کہ سب بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو درازئ عمر کے ساتھ ساتھ علم و عمل کی توفیق عطا

فرمائے۔ آمین۔ سید انوار الحسن شاہ، سید احمد کمال شاہ، سید اذکار الحسن شاہ اور سید مصباح الحسن شاہ آپکی نرینہ اولاد ہیں۔ چھ میں سے چار صاحبزادیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اور دو بچیوں کی کفالت تاحال والدہ ماجدہ اور بھائیوں کے ذمہ ہے۔

شاہ جی کی علالت اور وصال:- سالہا سال سے شاہ جی کے گلے میں غدودوں نے جڑ پکڑلی تھی۔ جسکی وجہ سے آپ اکثر و بیشتر تکلیف میں مبتلا رہتے۔ مگر بولنے میں دقت کے باوجود جذبۂ تبلیغ دین میں کمی نہیں آئی۔ ان حالات کے باوجود عرصہ دراز تک آپ برابر تبلیغ و وعظ فرماتے رہے۔ بالآخر غدودوں نے پورے گلے کو ماؤف کر ڈالا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ سانس لینے میں بھی دقت محسوس ہونے لگی۔ بڑے بڑے ماہر سرجنوں سے مشورے ہوئے ڈاکٹروں نے بارہا اوپریشن کا مشورہ دیا مگر شاہ جی شہ رگوں میں پھنسے ہوئے ان غدودوں کے نازک اوپریشن کو ٹالتے رہے۔ مگر رفتہ رفتہ سانس اور غذا میں جب سخت رکاوٹ پیدا ہونے لگی تو بالآخر آپ نے لاہور میں اوپریشن کروانے کا فیصلہ کرلیا۔

میں اور مولانا خلیل اشرف صاحب اس دوران کئی بار اُن سے ملے مگر ان کو اوپریشن کی تیاریوں کے دوران قطعاً متفکر نہیں پایا۔ آپریشن ہو گیا۔ مگر عمر کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ بار بار لاہور آتے گئے۔ اور اوپریشن بھی متعدد بار ہوئے۔ بجلی کے ذریعہ بھی علاج ہوتا رہا مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی۔ اور بالآخر ہمارے کانوں نے یہ افسوسناک خبر سُنی کہ مورخہ ۱۷ ذی الحجۃ المکرم ۱۴۰۵ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۸۵ء بروز منگل ڈھائی بجے شب اپنی محسنہ والدہ اور بیوی بچوں کو سوگوار چھوڑ کر اس دار فانی سے شاہ جی علیہ الرحمۃ رحلت فرما گئے۔ اور علاقہ فقیر والی میں مسلک اہلسنت کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں ایک ایسا خلاء پیدا کر گئے جس کا پُر ہونا محال نظر آتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

صورت از بے صورتی آمد بروں :: باز شد انا الیہ راجعون (رومیؒ)